مکالمہ

محمد الطاف حسین آہنگر

اقبالیات / اقبال ریویو میں شائع ہونے والے مقالات پر نقد و نظر کی ہم نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے اور اختلافی نکتہ نظر کو بھی کشادہ دلی سے شائع کیا ہے۔

زیرِ نظر خط محمد سہیل عمر کے مقالے سزا و ناسزا کے حوالے سے موصول ہوا ہے جس میں ان کے نکتہ نظر سے اختلاف کیا گیا۔ قارئین اقبالیات کے استفادے کے لیے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ آپ بھی اقبالیات کے کسی مقالے پر اختلافی رائے رکھتے ہوں تو یہ صفحات آپ کے لیے بھی حاضر ہیں۔

(مدیر)

"سزا یا ناسزا" مقالے کو پڑھ کر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ شبلی نے اپنے ترجمہ میں شاہ ولی اللہ کے افکار کی صحیح اور پوری طرح ترجمانی نہیں کی۔ ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحب اس بات کے قائل تھے کہ "شعائر۔ حدود اور ارتفاقات کو فی الجملہ باقی رکھا جائے (ص 9) مضبوطی سے نافذ ہونا چاہیے اور ان کو کبھی ترک نہ کرنا چاہیے۔ (ص 1)

مگر سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر شاہ صاحب شعائر۔ حدود۔ ارتفاقات اور شرعی سزاؤں کو فی الجملہ باقی رکھنا چاہتے تھے اور ترک نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر یہ جملے کس نسبت میں لکھے گئے تھے

> "... شعائر۔ حدود اور ارتفاقات میں اس قوم کی عادت کا اعتبار کیا جائے
> جس میں وہ (نبی) مبعوث ہوا ہے اور بعد میں آنے والے دوسرے لوگوں
> کے لیے بالکل تنگی نہ کر دی جائے" (ص 9)

سچ تو ہے کہ مولانا شبلی نے ان ہی الفاظ کے پس منظر میں شاہ صاحب کے خیالات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہماری رائے میں انہوں نے ایسا کیا تو مجموعی طور پر کچھ غلط نہیں کیا۔

> "میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں جو آپ یہ لکھتے ہیں کہ "اگر
> شبلی اپنے قارئین کو یہ بتا دیتے کہ شاہ صاحب کا بیان اصل میں یہ ہے کہ
> ... اس مادہ شریعت کے تحت جو شعائر۔ حدود اور ارتفاقات مقرر کئے وہ
> بحیثیت مجموعی بعد والوں کے لیے بھی واجب العمل ہیں"

جب بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے بالکل ہی تنگی نہ کر دی جائے' جیسے الفاظ

ہمارے سامنے موجود ہوں تو ایسی صورت میں "واجب العمل" کی بات کیونکر کی جا سکتی ہے۔ میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ شاہ صاحب نے ان الفاظ سے قبل اور بعد میں کچھ اور بھی کہا تھا۔ مگر "بعد میں.... سختی نہ کر دی جائے" جیسے الفاظ ساری عبارت پر حاوی ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے "واجب العمل" جیسے الفاظ کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس سے اگر کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے تو یہی ہے کہ "... آنے والی نسلوں پر ان احکام کے متعلق چنداں سخت گیری نہ کی جائے۔"

آپ کا یہ کہنا کہ "علامہ نے اگر شبلی کی پیش کردہ تعبیر کو قبول نہ کیا ہوتا یا حجۃ اللہ البالغہ کی اصل عبارت کی پڑتال کر لی ہوتی تو شاید وہ اپنی تحریر کسی اور طرح رقم کرتے" یہاں پر بھی ہم آپ سے اتفاق کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ علامہ اقبال نے اسلامی سزاؤں کے متعلق جو بھی لکھا وہ انھوں نے "حدیث کی مطابقت میں لکھا۔ ماخذ قانون کی حیثیت سے حدیث کی اہمیت و افادیت کے بارے میں ان کی رائے کیا تھی' وہ ہم سب تشکیل جدید کی وساطت سے خوب جانتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> For our present purposes .... were intended to be universal in their application (Reconstructin,136)

ان خیالات کے پشت پناہی کے لیے اقبال کو ایک ذریعہ چاہیے تھا جس پر انھوں نے شاہ صاحب کے خیالات سے اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مقصد کہنے کا صرف یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کے خیالات اقبال کے سامنے نہ ہوتے۔ تب بھی وہ اپنے ان خیالات کا برملا اظہار کرتے۔

آپ کی رائے میں اقبال کے خیالات کچھ اور ہوتے اگر شبلی کے غلط ترجمہ سے وہ متاثر نہ ہوئے ہوتے اور اپنے نکتہ کو ثابت کرنے کے لیے آپ ناظرین کی توجہ علامہ اقبال کے 2 ستمبر 1929ء والے خط بنام سید سلیمان ندوی کی طرف مرکوز کروا رہے ہیں جس میں وہ لکھتے ہیں۔

> "علیٰ ہذا القیاس' ارتفاقات میں شاہ صاحب کی تشریح کے مطابق تمام تدابیر جو سوشل اعتبار سے نافع ہوں' داخل ہیں۔ مثلاً نکاح و طلاق کے احکام وغیرہ۔ اگر شاہ صاحب کی عبارت کی یہ تشریح صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے۔ اگر ان معاملات میں تھوڑی سی ڈھیل بھی دی جائے تو سوسائٹی کا کوئی نظام نہ رہے گا۔ ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے دستور و مراسم کی پابندی کریں گے۔"

اس خط میں علامہ کی بے چینی بڑی عیاں ہے۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اگر ان کو اعتراض ہے تو وہ یہ ہے کہ ارتفاقات میں نکاح و طلاق کے احکام بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ وہ اس

تشریح کے حق میں نہیں ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تشکیل جدید میں اصلاحی قانون برائے طلاق، علیحدگی اور وراثت کو اقبال نے اپنے دلائل سے صحیح ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ وہ ان کی دائمیت میں یقین رکھتے تھے۔ مگر اسلامی سزاؤں کے متعلق ان کی ایسی رائے نہیں تھی۔ وہ ان کو ارتفاقات کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ ہمارے اس موقف کو علامہ کے 28 ستمبر 1929ء کے خط بنام سید سلیمان ندوی سے بھی تقویت مل جاتی ہے۔

> "... کل سیالکوٹ میں حجتہ اللہ البالغہ مطالعہ سے گزری۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے ارتفاقات کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان چار قسموں میں تمدنی امور مثلاً نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی آ جاتے ہیں۔ کیا شاہ صاحب کے خیال میں ان معاملات میں بھی سخت گیری نہیں کی جاتی؟"

اس خط سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اقبال کے نزدیک باقی معاملوں بمع اسلامی سزاؤں کے اگر سخت گیری نہیں کی جاتی ہے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن نکاح و طلاق کے معاملے میں سخت گیری نہ کرنا اقبال کو حیرت انگیز لگتا ہے۔

ان دو خطوط کی بدولت آپ یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتے تھے کہ سال 1929ء میں اقبال کے خیالات میں بڑی تبدیلی آئی تھی۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کے متعلق اقبال نے جو بھی موقف اپنایا، وہ اس پر عمر بھر بالکل قائم و دائم رہے۔

آخر میں 1934ء کے ایک خط کی بنیاد پر آپ یہ باور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اقبال کے خیالات میں نمایاں تبدیلی آئی تھی۔ علامہ نے خط میں لکھا تھا۔

> "میں ان معاملات کی ایک فہرست چاہتا ہوں جن کے متعلق رائے قائم کرنا "امام" کے سپرد ہے۔ جرائم میں ایسے جرم ہیں جن کی تعزیر غالباً" قرآن شریف میں مقرر ہے۔ ان کے متعلق امام کیوں کر رائے دے سکتا ہے؟"

اس خط میں ڈاکٹر اقبال جس بات کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ "امام" کے اختیارات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس خط میں اسلامی سزاؤں کے نفاذ العمل کے متعلق کوئی نکتہ نہیں ابھارا گیا ہے۔ دیگر ہمیں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اقبال نے اسلامی سزاؤں کے متعلق جو کچھ بھی کہا، وہ سب انہوں نے حدیث کی روشنی میں کہا۔ قرآن شریف کی روشنی میں نہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ علامہ اقبال اسلامی سزاؤں کے متعلق قرآنی آیات کو تسلیم نہیں کرتے۔ یا آئندہ نسلوں کے لیے سختی کے ساتھ ان آیات کے احکام کے نفاذ کے حق میں نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اسلامی سزاؤں کے متعلق بنیادی قانون قرآن شریف میں موجود ہے اور اس مسئلے کو اگر باریک بینی سے جانچنا اور پرکھنا ہے تو اس کو قرآن شریف کی وساطت سے ہی سمجھنا

ضروری ہے۔

آخر میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اقبال نے اسلامی سزاؤں کے متعلق جو کچھ بھی تشکیل جدید میں کہا۔ اس موقف (Stand) کو تمام زندگی نہیں بدلا۔ اگر کچھ تذبذب ان کے دل میں پیدا ہوا وہ نکاح' طلاق' اور دیگر نجی امور کے متعلق اسلامی قانون میں رد و بدل اور سختی نہ برتنے کی گنجائش پیدا کرنے کی وجہ سے تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تشکیل جدید میں اقبال نے ان امور کے متعلق اسلامی فقہ کو سراہا ہے۔

محمد الطاف حسین آہنگر کوالالمپور (ملائشیا)

○